

مواخاة، اسلامی معاشرے کا سنگ بنیاد

محمد یوسف فاروقی

اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور

مواخاة اخواہ سر مشق ہے جس کے معنی ہیں ایک دوسرے کا بھائی
بننا۔ تاریخ اسلامی میں یہ لفظ ایک مثالی معاشرہ کا عنوان بن گیا ہے عام طور
پر سیزت کی کتابوں میں مواخاة کا ذکر اس انداز سے کیا جاتا ہے کہ یہ محض
مہاجرین و انصار کے درمیان بھائی چارہ پیدا کرنے کے اختیار کیا گیا تھا جس
کے نتیجے میں دونوں طبقوں کے درمیان رشتہ اخوت مضبوط ہو گیا تھا، لیکن
اگر بنظر غایر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ عمل رسول اللہ ﷺ کی
حکمت عملی کا ایک اہم حصہ تھا، جس کے بہت دور میں معاشرتی سیاسی
اور اقتصادی نتائج برآمد ہوئے۔

رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں یہ عمل دو مرتبہ پیش آیا۔ پہلی
مواخاة مکرمہ میں ہونی اور یہ وہاں اسلام قبول کرنے والوں کے درمیان
کرائی گئی تھی، مکی زندگی میں جب مختلف گھرانوں اور مختلف قبائل کے ایک
ایک یا دو دو افراد اسلام قبول کر رہے تھے، ان میں قریش کے افراد بھی تھے اور
بعض دیگر قبائل سے تعلق رکھنے والے بھی، بعض مال دار بھی تھے اور بہت سے
نادر و غریب بھی، حلقة اسلام میں داخل ہونے کا خمیازہ انہیں یہ بھگتا پڑتا
تھا کہ اپنے ہی خاندان کی دشمنی مول لینا پڑتی تھی، گھر والے منہ موز لیتے
تھے، رشتہ دار اور احباب قطع تعلق کر لیتے تھے، قبائلی نظام میں خاندان کی

سپریستی اور تحفظ کی جو ضمانت حاصل ہوتی تھی اب اس کی بھی کوئی ضمانت نہ تھی، بلکہ دین سے ہٹانے کے لئے مختلف حریق استعمال کیجیے جاتے تھے، ایسی صورت میں یہ لوگ اپنے آپ کو تنہا تنہا محسوس کرنے لگتے تھے، مصائب و ابتلاء کے اس دور میں یہ احساس شدت سے ابھر رہا تھا کہ ان کا کوئی قریبی دوست ہو جس سے حال دل کم سکیں۔ کوئی ایسا شریک غم ہو جس کے سامنے اپنے غم کو ہلکا کر سکیں، خونی رشتون کے منقطع ہو جانے کی وجہ سے جس انس و تعلق کے فقدان کا احساس ہو رہا ہے وہ ختم ہو جائے۔ یہ ایک اہم معاشرتی مستلزم تھا جس سے رسول اللہ نے اس طرح حل فرمایا کہ ان کے درمیان موافقة کرادی۔ اس طرح ان مسلمانوں کے درمیان ایک نیا رشتہ الفت و محبت قائم ہو گیا۔ اس عقد موافقة سے ان افراد کے تحفظ اور آباد کاری کا حل بھی پیش نظر تھا جو مکے مکرمے کے باشندے نہ تھے۔ بلکہ باہر سے آخر تھے اور دائرہ اسلام میں داخل ہو چکرے تھے۔ یہ موافقة جن لوگوں میں کرانی گئی تھی وہ یہ تھے۔

ابو بکر صدیق اور عمر فاروق کو باہم بھائی بنا دیا گیا، حضرت عثمان غنی کے بھائی عبد الرحمن بن عوف ہوئے۔ عبیدہ بن العارث اور بلاں بن رباح، ابو عبیدہ اور سالم مولیٰ ابی حذیفة، زبیر بن عوام اور عبد اللہ بن مسعود، مصعب بن عمیر اور سعد بن ابی وقاص، سعد بن زید اور طلحہ بن عبید اللہ میں بھائی بندی ہوتی۔

مستدرک حاکم میں حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب ان اصحاب کے درمیان موافقة کرادی تو اس موقع پر حضرت علی باقی رہ گئی تھی۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے ان سب کے درمیان رشتہ اخوة قائم کر دیا ہے میرا بھائی کون ہو گا؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میں تمہارا بھائی ہوں۔ (۱) یہ پہلی موافقة تھی جو معاشرتی ضرورت کے تحت عمل میں

آنی تھی۔ ایک اور اہم بات جو اس موقع پر رسول اللہ ﷺ کے پیش نظر تھی وہ یہ کہ دائڑہ اسلام میں داخل ہونے والے وہ افراد جو بہت غریب تھے یا وہ جنہوں نے غلامی کی حالت میں زندگی کا طویل حصہ گزارا تھا، جس کی وجہ سے ان کی ذہنی سطح سرداران عرب کے مقابلے میں بہت نیچی تھی، عزائم اور طبیعت میں بھی فائدین کا سا ولولے اور بلندی نہیں تھی، ان کی مواخہ ایسے افراد کے ساتھ کرانی گئی جو قریش کے نمایاں طبقے سے تعلق رکھتے تھے اور پوری طرح فائدانہ صلاحیتیں رکھتے تھے۔ اس کا فائدہ یہ ہوا کہ دل و دماغ پر غلامی کے جو اثرات تھے وہ بہت جلد ختم ہو گئے اور فکری و طبعی اعتبار سے وہ بھی اعلیٰ درجے کی فائدانہ صلاحیتوں کے مالک بن گئے۔ ابو حذیفہ کے آزاد کردہ غلام سالم کا مقام تو اس قدر بلند ہوا کہ حضرت عمر نے اپنی وفات سے قبل فرمایا تھا کہ «اگر آج سالم مولیٰ ابی حذیفہ زندہ ہوتے تو میں انہیں مسلمانوں کا خلیفہ مقرر کر دیتا»۔^(۱) حضرت عمر کے ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ سالم میں اتنی بڑی تبدیلی آگئی تھی کہ وہ بہت سے آزاد اور نمایاں حیثیت رکھنے والوں سے بھی سبقت لے گئے تھے۔ نو آزاد غلاموں میں اتنا بڑا انقلاب رسول اللہ ﷺ کی اس بلند اور کامیاب پالیسی کا نتیجہ تھا۔ اس اسلامی روح کے اثرات عنہد نبوی کے بعد بھی نمایاں نظر آتے ہیں۔ علماء کرام کی نمایاں شخصیتوں میں موالی بھی اپنی فکری اور علمی وسعتوں کے ساتھ میدان علم و عمل میں سر خیل نظر آتے ہیں۔ مکہ مکرمہ میں عطا ابن رباح، یعن میں طاؤس بن کیسان، سر زمین مصر میں یزید بن حبیب، شام میں امام مکحول، اخراں میں ضحاک بن مزاحم، جزیرہ میں میمون بن مهران اور بصرہ میں حسن بن ابی الحسن بصری وغیرہ موالی تھے اور ائمہ محدثین میں شمار ہوتے ہیں۔

دوسری مرتبہ مواخہ مدینہ میں ہجرت کے تقریباً پانچ ماہ بعد

مهاجرین و انصار کے مابین ہوئی۔ اس موافقہ کے ذریعے ۳۵ مهاجرین کو ۳۵ انصار کے ساتھ رشتہ اخوت میں منسلک کر دیا گیا۔ یہ موافقہ کتنی اعتماد سے تاریخ اسلام میں بہت اہمیت رکھتی ہے۔ سیاسی نقطہ نگاہ سے اس کے پڑے دور رس نتائج برآمد ہوئے۔

ہجرت کے بعد رسول اللہ ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو مدینہ منورہ میں اسلام قبول کرنے والوں میں سب سے زیادہ اہم طبقے اوس و خزر ج کا تھا۔ زمانہ جاہلیت میں ان کی باہمی خون ریز جنگوں کے ذمہ ابھی پوری طرح مندل نہیں ہوئے تھے۔ یہودی جو مدینہ کی اقتصادیات کو اپنے قبضے میں لے گئے تھے بظاہر رسول اللہ ﷺ کو خوش آمدید کہ رہے تھے لیکن یہودیوں کی تاریخ پر نظر رکھنے والا کوئی فرد بھی ان پر اعتماد نہیں کر سکتا تھا، یہودیوں کر پیش نظر ان کی اپنی سیاسی مصلحتیں تھیں، وہ اس خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تعاون کر کر عربوں کی قوت کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کر سکیں گے اور روم کے عیسیانیوں کے خلاف انتقامی کار وائی کر سکیں گے، جنہوں نے ان یہودیوں کو مقدس سر زمین فلسطین سے نکال دیا تھا۔ یہودیوں کے سیاسی عزادی کے پیش نظر اس بات کی ضرورت تھی کہ مسلمانوں میں زیادہ سے زیادہ یکجہتی اتحاد و استحکام ہو۔

مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کر آنبوالہ مهاجرین کا تعلق عدنانی عربوں سے تھا، جو مکہ مکرمہ اور حجاز کے صحرائی علاقوں میں آباد تھے، یہ لوگ بدبویانہ زندگی کے عادی تھے، ان کی عادات و اطوار میں صحرائی قوم کے اثرات راسخ تھے، ان کی تہذیب و تمدن اور رسوم و رواج میں خشک صحرائی علاقوں کی تہذیب رچی بسی ہوئی تھی۔ دوسری طرف مدینہ منورہ میں آباد اوس و خزر کا تعلق قحطانی عربوں سے تھا، یہ پہلے یعنی میں آباد تھے، اور زراعت پیشے لوگ تھے، اہل یمن زراعت اور آبیashi میں بہت ترقی یافتے تھے، انہوں

نے اپنی زمینوں کی آب پاشی کرے لئے ایک عظیم الشان بند تعمیر کیا تھا جو تاریخ میں سد مارب کرے نام سے مشہور ہے۔ پانی کی کثافت اور اچھی زراعت کی وجہ سے یہ لوگ خوشحال تھے، قرآن حکیم میں سورہ سبا میں ان کی خوش حالی کو بیان کیا گیا ہے، بعد میں ایک زبردست طوفان آیا جس کی وجہ سے اہل یمن کا یہ عظیم الشان بند بھی تباہ ہو گیا اور زمینیں زیر آب آگئیں، یہ سیلاپ تاریخ میں سیل عمر کرے نام سے مشہور ہے؟ قرآن حکیم نے بھی اس سیلاپ کا ذکر کیا ہے اس تاریخی سیلاپ کے بعد یہاں سے بہت سے قبائل نے ترک وطن کر لیا، لیکن یہ ایسی جگہوں پر جا کر آباد ہونے جہاں اچھی قابل کاشت زمینیں تھیں اور پانی کی سہولت تھی، قبیلے قحطان کے انہی لوگوں میں سے کچھ مدینہ منورہ میں جا کر آباد ہو گئے، اور وہاں بھی زراعت کو ذریعہ معاش بنایا، مدینہ منورہ کے مشہور قبائل اوس و خزرج کا تعلق انہی سے تھا، ان کی تہذیب و ثقافت میں متعدد اور متمول قوموں کے لئے ضروری تھا کہ انہیں ایک دوسرے سے بہت قریب کیا جائے، اور ایسا انداز تربیت اختیار کیا جائے کہ یہ دونوں ایک دوسرے کی اچھی عادات اور مفید طور طریقے تو اختیار کر لیں لیکن آپس میں کسی قسم کا نسلی تعصّب نہ ابھر سکے۔ اس بات کا بہت زیادہ خطرہ تھا کہ یہودی جو مدینہ منورہ کی سیاست میں ایک اہم گروپ کی حیثیت رکھتے تھے وہ قحطانیوں کے اس تہذیبی اختلاف کو ابھاریں گے اور انہیں متعدد ہوئے کے بجائے تفرقہ کی راہ پر ڈالنے کی کوشش کریں گے۔ اس سے قبل اوس و خزرج کی طویل جنگوں میں وہ یہ کردار ادا کر چکر تھے۔ اس خطرہ کے پیش نظر اس بات کی ضرورت تھی کہ کوئی ایسا معاشرتی اہم فیصلہ کیا جائے، یا ایسی پالیسی ایسائی جائز کرے، ان منڈلانے والے خطرات کی روک تھام کی جا سکے۔ لہذا ان

تمام خطرات کا سد باب کرنے اور ایک نئی ملت کی تشكیل کرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ نے انصار و مهاجرین کے درمیان موافقة کرائی۔ اس فیصلہ کی رو سبج ان غریب مهاجرین کو انصار کے اموال میں شریک کر دیا گیا اور مرغی کے بعد وراثت میں بھی شریک نہ ہرا�ا گیا۔ اس عمل کا فوری طور پر اقتصادی فائدہ تو یہ ہوا کہ یہ خانمان مهاجرین کی آباد کاری کا مسئلہ حل ہوا، ساتھ ہی ان کی معاشی مشکلات بھی دور ہوئیں۔ سر زمین مکہ سے ہجرت کر کے آئے والے یہ افراد تجارت پیشے لوگ تھے۔ انصار کی مالی اعانت اور اپنے سابقہ تجارتی تجربات کی وجہ سے انہوں نے جلد ہی نہ صرف اپنے آپ کو مستحکم کر لیا بلکہ تجارت میں یہودیوں کی اجارہ داری کو بھی توڑ دیا۔ انصار و مهاجرین آپس میں اس قدر گھل مل گئی کہ عدنانی و قحطانی قبائل کا تہذیبی و تمدنی بعد بھی ختم ہو گیا۔ اور ایک نئی تہذیب ایک نئے تمدن کا آغاز ہو گیا، وہ تہذیب و تمدن جس کی اساس اسلام کے بنیادی عقائد تھے۔

رسول اکرم ﷺ نے ان مختلف تہذیبی قبائل میں جو روح بیدار کی تھی اور جس خلوص و مودت کے ساتھ رشتہ موافقة قائم فرمایا تھا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ لوگ بہت جلد ایک ملت واحدہ بن گئی، جس کا کلمہ جامعہ صرف اسلام تھا۔

جن لوگوں کے مابین یہ نیا رشتہ اخوت و محبت قائم ہوا تھا یہ خونی رشتہوں سے بھی زیادہ مضبوط ثابت ہوا۔ ان کے باہمی ایثار و قربانی کا ذکر قرآن حکیم نے اس طرح کیا ہے۔

”وَ يُؤْتُونَ عَلَى أَنفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاَصٌ“

وہ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں وہ خود ضرورت مند کیوں نہ

ہوں؟^(۲)

تاریخ میں ہمیں کوئی ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملتا جس سے یہ پتہ

چل سکے کے ان ۹۰ افراد میں کبھی بھی کوئی جھگڑا یا رنجش ہونی ہو حقیقی بھائیوں کے درمیان تو اختلافات اور جھگڑوں کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں مگر ان بھائیوں کے درمیان کبھی کوئی اختلاف نہیں ہوا۔ تاریخ میں کوئی ایک بھی ایسی مثال نہیں ملتی۔ ہاں اخوت و محبت، ایثار و قربانی کی لا تعداد مثالیں موجود ہیں۔



(۱) فتح الباری، باب کیف آنی النبی بین الصحابة۔ ناموں کی مزید تفصیلات کے لئے دیکھئے، ابن سید الناس، عيون الازم ج ۱ ص ۱۹۹

(۲) اسد القابض فی مرارة الصحابة ج ۲ ص ۴۳۷ الاستیباب ج ۲ ص ۴۵۸

(۳) الحسن